© rasailojaraid.com

فکر و نظر اگست ۱۹۹۹ء ج ۳۷ ش ۱
ص ۸۱-۱۰۰

مفتیٔ مصر محمدؐ عبدہٗ کی تعلیمی اصلاحات

(محمدؐ نذیر کاکاخیل، فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

انیسویں صدی کے آغاز میں جب محمد علی پاشا مصر میں برسر اقتدار آئے۔ تو اگرچہ وہ خود پڑھے لکھے نہ تھے لیکن وہ زمانے کی ضرورتوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ یورپی اسالیبِ نظم و نسق کو اپنائے بغیر کاروبارِ حکومت نہیں چل سکے گا۔ انھوں نے دیکھا کہ مصر کا نظام تعلیم غیر تسلی بخش ہے اور یہاں کے فارغ التحصیل اہل علم کی اکثریت عہد جدید کے تقاضوں سے بے بہرہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے مصر کو جدید بنانے کا بیڑا اٹھایا۔ یورپ کو تعلیمی مشن بھیجے گئے تاکہ وہاں کے نظام تعلیم کا جائزہ لے کر مصر میں جدید طرز کے مدارس کی طرح ڈالی جائے۔ محمد علی کے زمانے میں جس کام کا آغاز ہو چکا تھا، اس کے پوتے اسماعیل پاشا کے عہد (۱۸۶۳-۱۸۷۹ء) میں اس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لی گئی۔ لیکن ان اصلاحات کا غلط پہلو یہ تھا کہ اگر ایک طرف دینی مدارس کے طلباء جدید علوم سے نابلد تھے تو دوسری طرف جدید طرز کے مدارس میں پڑھے لکھے حضرات دینی علوم سے محروم۔ اگر دینی مدارس نے مذہب کو صرف چند عقائد، عبادات و رسومات تک محدود کر رکھا تھا تو دوسری طرف سرکاری مدارس نے تعلیم کو محض ذریعہ حصولِ معاش بنا دیا تھا[۱]۔ اس وقت اسلامی دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ازہر تھی، لیکن اس کے تعلیمی معیار کا یہ عالم تھا کہ:

"طلباء تعلیم ختم کر کے جب نکلتے تو سوائے چند کتب کے کچھ نہیں جانتے تھے۔ وہ دنیا و دنیاوی علوم سے بے خبر ہوتے تھے۔ جغرافیہ، تاریخ، طبیعات، کیمیا، ریاضی، وغیرہ چونکہ ان کی نظر میں صرف اس دنیا سے متعلق تھے اور آخرت میں ان کا کوئی فائدہ نہیں تھا لہٰذا ان کا پڑھنا پڑھانا عبث تھا۔"[۲]

---

[۱] سیّد محمد رشید رضا، تاریخ استاذ الامام شیخ محمد عبدہ۔ جزو دوم (۱۳۴۴ھ) صفحہ ۵۰۶-۵۰۷

[۲] [احمد] امین۔ زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث۔ (قاہرہ - ۱۹۴۸ء) صفحہ ۲۸۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کے باوجود اگر اصلاح کی کوشش کی جاتی تو بقول احمد امین کے، مصلحین کی آواز گلے ہی میں دبا دی جاتی تھی۔ اور ان پر زندقہ کا لیبل چسپاں کیا جاتا تھا۔ جب سب سے بڑے ادارے کا یہ حال تھا تو چھوٹے اداروں کا کیا کہنا۔ ایک مسئلے کو سمجھے بغیر رٹنا اور رٹوانا، طالب علم کو شروع دن سے صرف و نحو کو حفظ کرانے کی مشق کرانا، علوم میں عقلیت کا عنصر ختم کرنا، یہ سب ایسی باتیں تھیں جنہوں نے ذہنوں کو جامد بنا دیا تھا۔ ان کے بارے میں شیخ محمد عبدہ کے تاثرات جو انھوں نے اپنی نامکمل سوانح عمری میں بیان کئے ہیں، یہ تھے:-

"طنطا کے طریقۂ تعلیم کا یہ پہلا اثر تھا جو میں نے محسوس کیا۔ اور یہی وہ طریقہ تعلیم ہے جو ازہر میں بھی رائج ہے۔ اور یہی اثر ان پچانوے فیصد طلباء کو محسوس ہوتا ہے، جو اس طریقہ تعلیم پر عمل کرنے والے اساتذہ سے پڑھتے ہیں۔ اس طریقے کا انداز یہ بھی ہے کہ معلّم جو کچھ جانتا ہے اور جو کچھ نہیں جانتا، اس کے بارے میں برابر بولتا چلا جاتا ہے اور شاگرد اور اس کی قابلیت فہم کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ نہ سمجھنے والے طلباء یہ فرض کر کے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں تا آنکہ وہ جوان ہو جاتے ہیں اور اس دوران میں بال بچوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگوں پر مسلّط کر دیئے جاتے ہیں۔" [۳]

اسماعیل پاشا کے عہد میں ازہر کی اصلاح کی تدبیروں کی ناکامی کے بعد وزیر تعلیم علی پاشا مبارک کی کوششوں سے جدید طرز پر ایک نئے ادارے "دار العلوم" کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ازہر کے فارغ التحصیل علماء کو جدید علوم پڑھا کر ملک کے دوسرے مدارس میں اساتذہ مقرر کیا جائے لیکن بدقسمتی سے یہ ادارہ بھی اپنے مسلک سے دور ہوتا چلا گیا[۴]۔ الغرض اس دوہرے طرز تعلیم کی وجہ سے ملک میں ذہنی انتشار اور اسی انتشار نے ملک میں دو انتہا پسند گروہوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک کا تعلق تو براہ راست ازہر اور اس کے ہمنواؤں سے تھا۔ یہ لوگ پرانی ڈگر پر چل رہے تھے۔ اور کسی قسم کی تبدیلی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو سرکاری، مشنری یا یورپی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل تھے، یہ لوگ ہر قیمت تبدیلی چاہتے تھے اور یورپ کی نقالی کے شیدائی تھے۔ اس کا نتیجہ نہ صرف یہ تھا کہ دونوں گروہوں میں کوئی چیز مشترک

۳؎ چارلس سی۔ ایڈمز: اسلام اور تجدد مصر میں (اردو ترجمہ عبدالمجید سالک) صفحہ ۲۱-۲۲

۴؎ تاریخ جز و ثانی۔ محولہ بالا۔ صفحہ ۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ تھی بلکہ معاشرے کی اخلاقی بنیادوں کو نقصان پہنچ رہا تھا۔" ۵

اس افراتفری کے زمانہ میں ایک ازہری نوجوان اصلاح کی آواز اٹھاتا ہے۔ مختلف الخیال لوگوں کو ایک متفقہ تعلیمی لائحہ عمل کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ہیں شیخ محمد عبدہٗ جو بعد میں مصر کے مفتیٔ اعظم بن جاتے ہیں۔ انھوں نے خود مصر کے قدیم ادارے ازہر میں روایتی انداز کی تعلیم پائی تھی لیکن ان کا ذہن جامد نہیں تھا۔ شیخ درویش الخذر کی صوفیانہ تعلیم اور سید جمال الدین افغانی کی فلسفیانہ تربیت نے ان پر دین و دنیا کی حقیقتیں آشکارا کی تھیں۔ ان کا دونوں انتہاپسندوں سے یہ کہنا تھا کہ جدید دنیا میں اگر زندہ رہنا اور اس میں ترقی کے زینے طے کرنا ہے تو یورپ کی سطحی نقالی کام آئے گی اور نہ پرانی طرز کی تعلیم۔ اگر تمہیں واقعی ترقی کرنا ہے تو دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کو بھی مسلم معاشرے میں مناسب جگہ دینی ہوگی۔ ہمیں پوری جد و جہد کے ساتھ ان جدید علوم کو حاصل کرکے اس مقام تک پہنچنا ہے جہاں مغربی اقوام پہنچ چکی ہیں ۶ عہد جدید کا تقاضا یہ ہے کہ مصر کے دینی ادارے اپنے تعلیمی نصابوں پر نظر ثانی کرکے ان کو وقت کی ضروریات کے مطابق بنائیں۔

محمد عبدہٗ نے ۱۸۸۲ء سے قبل جب عرابی پاشا کی "بغاوت" کے بعد مصر پر انگریزوں کا فوجی قبضہ ہوگیا، سرکاری اخبار "وقائع المصریہ" میں جو بھی مقالات شائع کئے گو ان میں قومی زندگی کے متعدد پہلوؤں پر بحث ہوتی تھی لیکن تعلیم کے مسئلہ پر خاص طور سے زور دیا جاتا ۷ ان کا کہنا یہ ہے کہ تعلیم کا مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ "اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہنے والے لوگ" اسے سمجھتے ہیں۔ جدید تعلیم کا مقصد یہ نہیں کہ یورپی علوم کا سطحی سا علم حاصل کیا جائے۔ اور طرز زندگی میں اہل یورپ کی نقالی کی جائے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جہاں بھی تعلیم کے متعلق اس قسم کے تصورات قائم کئے گئے ہیں وہاں نتیجہ صرف یہ نکلا ہے کہ رسوم، عمارات، لباس، فرنیچر اور گراں قدر اشیائے تعیش میں اہل یورپ کی نقالی عام ہوگئی ہے اور اس نے ایسی ذہنیت پیدا کی ہے کہ لوگ حقیقی عظمت اور عزت نفس کے صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔ درحقیقت عوام کے کردار اور خیالات و اعمال کی اصلاح قوم کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی اصلاح ممکن نہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ نظام تعلیم کو بہتر بنایا جائے۔ ایک مقالہ

---

۵ البرٹ حورانی۔ اریبک تھاٹ اِن دی لبرل ایج (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۱ء) ص ۱۳۸

۶ تاریخ دوم۔ ص ۳۷ و بعد

۷ خصوصاً مقالات زیر عنوان "خطاء العقلاء . . . ." تاریخ دوم ص ۱۱۹ و بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہ عنوان "تاثیر التعلیم فی الدین والعقیدۃ"[8] میں شیخ عبدہٗ والدین کو نصیحت کرتے ہیں کہ بچوں کو تعلیمی درس گاہوں میں داخل کرتے وقت وہ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ بچے معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن خالی ہوتے ہیں۔ وہ ہر اس بات کو قبول کرتے ہیں، جو ان کو بتائی جائے۔ اور جو کچھ بچپن میں ذہن نشین ہو جائے اس کے اثرات مشکل سے مٹتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کو ایسے اداروں میں ہرگز داخل نہ کیا جائے جہاں ان کو غلط اعتقادات اور فرسودہ خیالات ذہن نشین کرائے جاتے ہوں۔ ایک اور مقالے میں وہ قوم کے مخیر افراد سے اپیل کرتے ہیں کہ سرکار سے اصلاح کی امید کئے بغیر وہ اپنی کمائی میں سے کچھ رقم نئے مدارس کھولنے میں خرچ کریں تاکہ تعلیم عام ہو اور عقل و ادراک کی نشو و نما ہو۔[9]

۱۸۷۸ء میں جب محمد عبدہٗ "دار العلوم" کے استاد مقرر کئے گئے تو اس کے علاوہ وہ ازہر میں بھی پڑھاتے تھے نیز وہ خدیو کے مدرسہ السنہ میں عربی ادب کا درس دینے لگے اور عربی کی تدریس میں انھوں نے خاص طور پر ان طریقوں میں ترمیم کی جو عام طور پر رائج تھے اور جو بہت ناقص ہو چکے تھے۔ دار العلوم میں انھوں نے مقدمہ ابن خلدون پڑھانا شروع کیا۔ اس نئے مضمون کو انھوں نے طلباء کے لئے دلچسپ انداز میں پیش کیا۔ ابن خلدون کے بہت سے نتائج پر جو کہ موجودہ دور میں ناقابل عمل تھے، اختلافی نوٹ لکھے اور بعد میں ان تنقیدی مضامین کو "علم الاجتماع اور فلسفۃ التاریخ" کے نام سے کتابی شکل میں مدون کیا۔[10] لیکن بدقسمتی سے یہ کتاب شائع نہ ہو سکی اور شاید ان کی مصر سے جلاوطنی کے زمانہ میں ضائع ہو گئی۔

محمد عبدہٗ کی طرح مصر کا نوجوان وزیر اعظم ریاض پاشا بھی تعلیم کی اصلاح کا حامی تھا۔ اس کی ان تھک کوششوں سے ۱۸۸۱ء میں ملک کے تعلیمی مسائل کا جائزہ لینے اور تعلیمی اداروں میں اصلاحات نافذ کرنے کی غرض سے ایک "تعلیمی کونسل" وزارت تعلیم کے ماتحت بنائی گئی۔ محمد عبدہٗ کو اس کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا اور وہ اس کے سرگرم رکن رہے۔ اس کونسل نے نصابی کتب، اساتذہ کے حقوق کی حفاظت، پبلک سکولز کو گرانٹ دینے اور سرکاری مدارس کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے بڑی مفید تجاویز پیش کیں۔[11]

شیخ محمد عبدہٗ کی تعلیمی و اصلاحی و سیاسی سرگرمیوں نے ان کے بہت سے حریف پیدا کر دیئے۔

---

[8] تاریخ دوم صـ ۱۶ و بعد

[9] ایضاً صـ ۱۴۸

[10] تاریخ جزو اول۔ صـ ۱۳۵-۳۶

[11] تاریخ۔ [illegible] - ۱۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۸۸۲ء کی عرابی تحریک" میں ان کو ملوث کر کے ملک بدر کر دیا گیا ۔ کچھ عرصہ بیروت میں قیام کرنے کے بعد آپ پیرس چلے گئے جہاں اپنے استاد جمال الدین افغانی کے اشتراک سے مشہور رسالہ العروۃ الوثقی نکالا اس کے ذریعے بھی وہ اپنے تعلیمی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تگ و دو کرتے رہے۔ لیکن العروۃ الوثقی کے بند ہونے کے بعد بیروت آکر وہ پوری یکسوئی کے ساتھ تعلیمی اصلاحات میں لگ گئے۔ یورپ کے دوروں نے ان کے ارادوں کو استقامت و دوام بخشا تھا۔ چنانچہ بعد میں وہ کہا کرتے تھے :-

> پہلی مرتبہ میں نے محض حالات سے مجبور ہو کر یورپ کا سفر کیا تھا لیکن وہ اس قدر محرک ثابت ہوا کہ اس کے بعد بار بار یورپ گیا ۔ جب کبھی مجھے اپنی روح میں نئی جان ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، میں یورپ چلا جاتا ہوں۔ میں جب کبھی یورپ گیا ہوں میری یہ امید نئے سرے سے زندہ ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت یقیناً بہتر ہو سکتی ہے ۔ [۱۲]

محمد عبدہٗ نے یورپی علوم کا کچھ مطالعہ تو عربی میں ترجمہ شدہ کتابوں سے کیا اور کچھ فرانسیسی اور انگریزی زبانیں سیکھ لینے کے بعد۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو لوگ یورپی زبانوں میں سے کوئی ایک دو نہ جانتے ہوں، دورِ جدید کے عالم نہیں کہلائے جا سکتے [۱۳] ان کا یہ بھی قول تھا کہ ایک مسلمان عالم کے لئے اسلام کی خدمت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک وہ یورپی زبانوں میں سے "چند" پر عبور حاصل نہ کرے۔ اس سے وہ عالم اس پوزیشن میں ہوگا کہ مغرب میں اسلام کی مدح و ذم میں جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ پڑھ لے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو تو اس کا خاطر خواہ جواب دے سکے۔ [۱۴]

بیروت میں جلاوطنی کے زمانے میں شیخ محمد عبدہٗ نے اپنے وسیع تر تجربے کی بنا پر مسلم ممالک میں یکساں تعلیمی نظام رائج کرنے کا ایک جامع منصوبہ دولتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کیا [۱۵] اس زمانے میں ترکی میں بھی ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے جائیں۔ محمد عبدہٗ کے اس منصوبہ کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی چیدہ چیدہ باتوں کو پیش کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ عبدہٗ کے نزدیک دینی مدارس کے لئے تو یہ نصاب ہوگا جو انھوں نے پیش کیا۔ دوسرے ادارے جہاں مختلف

---

[۱۲] اسلام اور تجدد مصر میں۔ محولہ بالا ص ۹۵

[۱۳] تاریخ اول۔ ص ۱۰۴۳

[۱۴] ایضاً ص ۹۲۷

[۱۵] تاریخ دوم۔ ص ۵۱۱ و بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علوم وفنون مثلاً طبؔ، انجنیئرنگ زراعت، صنعت وحرفت پڑھائے جاتے ہوں وہاں ان علوم کے علاوہ مجوزہ دینی تعلیم دی جائے۔ اور جو لوگ دینی علوم میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہوں ان کو عبدہ کی تجویز کردہ سکیم کے مطابق تعلیم دی جائے۔ اس نکتہ کو واضح کرنے کے بعد ہم محولہ بالا منصوبے کو مختصراً بیان کریں گے۔

مسلم ممالک کے مختلف مدارس میں رائج نصابوں، ان کی خامیوں اور طلباء پر ان کے اثرات بیان کرنے کے بعد محمد عبدہٗ نے تجویز پیش کی کہ مملکت میں لوگوں کو تین طبقوں میں (جیساکہ اس وقت تھا) تقسیم کرکے درجہ بندی کے لحاظ سے تعلیم دی جائے۔ ادنیٰ درجہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو تجارت، صنعت وحرفت اور زراعت کے پیشے اختیار کرنے سے پہلے معمولی لکھنا پڑھنا اور گنتی (3 Rs) سیکھنا چاہتے ہوں تاکہ اپنے اپنے معاملات میں ان کو سہولت ہو۔ ان لوگوں کو دینی علوم سے اس قدر آگاہ کیا جائے:۔

۱۔ ایک ایسی کتاب پڑھائی جائے جو ان اسلامی عقائد پر مبنی ہو جن پر "اہل السنۃ" کے درمیان اتفاق ہے لیکن نزاعی مسائل کو ہرگز نہ چھیڑا جائے۔ جو عقائد پڑھائے جائیں وہ ایسے عقلی دلائل سے ثابت کئے جائیں جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں اور ان کی شہادت قرآن اور احادیث صحیحہ میں بھی موجود ہو۔

۲۔ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں حلال وحرام کی تمیز، اخلاق حسنہ اور اعمال قبیحہ کا فرق بیان کیا گیا ہو۔ اور ان بدعات سے احتراز کی تنبیہہ ہو جن کا ثبوت قرآن اور سنت رسول میں نہیں ملتا۔

۳۔ مختصر تاریخ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور سیرت صحابہؓ شامل ہو، پڑھائی جائے۔

دوسرے درجے (ثانوی) میں وہ لوگ داخل کئے جائیں جو ابتدائی درجہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کرنے کے لئے مطلوبہ معیار کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ ان لوگوں کو مدارس عالیہ اور مدارس اعدادیہ (PREPARATORY SCHOOLS) میں ادنیٰ درجہ کے مضامین تفصیل سے پڑھائے جائیں۔ ثانوی درجے میں اختیاری مضمون کے علاوہ دینی علوم کا سلیبس یہ ہوگا:۔

۱۔ ایک ایسی کتاب جو علوم کے لئے مقدمہ ہو جس کے ذریعہ طلباء کو فن منطق، اصول النظر (استدلال) اور آداب الجدل (اثبات بہ دلیل) سے متعارف کرایا جائے۔

۲۔ کتاب العقائد:۔ جس میں عقلی ونقلی دلائل سے آسان فہم زبان میں بحث کی گئی ہو۔ لیکن یہاں بھی مذاہب اسلامیہ کے اختلافات کا ذکر نہ کیا جائے۔

۳۔ حرام وحلال پر مبنی کتاب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ تاریخ جس میں سیرت پاکؐ اور سیرت صحابہؓ اور مختلف زمانوں میں اسلامی فتوحات پر سیر حاصل تبصرہ ہو۔ علاوہ ازیں ان کو دولت عثمانیہ کی تاریخ بھی پڑھائی جائے۔ اور خالص دینی نقطہ نظر سے یہ بتایا جائے کہ اس سرعت کے ساتھ اسلامی فتوحات کی وجہ کیا تھی۔

مندرجہ بالا دونوں درجوں میں عربی ذریعہ تعلیم ضروری نہیں بلکہ ان دو درجوں میں ذریعۂ تعلیم طلباء کی اپنی مادری زبان ہو۔ ان کے لئے اتنی عربی کافی ہے جتنی ان کے لئے عبادات کے سلسلے میں واجب ہے۔

تیسرے درجے کی اعلیٰ دینی تعلیم صرف ان لوگوں کو دی جائے جو درجہ ادنیٰ اور درجہ ثانی میں امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کریں اور جو معلّمین اور مرشدین بننا چاہتے ہوں۔ چونکہ یہ لوگ آگے چل کر مدارس عالیہ، مدارس اعدادیہ (PREPARATORY) اور ضرورت پڑے تو ابتدائیہ میں پڑھائیں گے لہذا ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دینی ضروری ہے۔ ان کے نصاب میں مندرجہ ذیل علوم شامل ہونے چاہئیں۔

۱۔ تفسیر القرآن۔

۲۔ عربی زبان و ادب، صرف و نحو اور خاص طور پر ادب جاہلی تاکہ قرآن کی اصطلاحات کو سمجھنے میں آسانی ہو

۳۔ حدیث اور فن حدیث۔

۴۔ فن الاخلاق والآداب الدینیہ۔

۵۔ فن اصول الفقہ۔ اس موضوع پر شیخ الشاطبی کی کتاب الموافقات موزوں ترین کتاب ہے۔

۶۔ قدیم اور جدید تاریخ۔ سیرت پاکؐ۔ سیرۃ صحابہؓ۔ ممالک اسلامیہ میں مختلف ادوار میں انقلابات، دولت عثمانیہ کی تاریخ، صلیبی جنگیں اور ان کے اثرات۔

۷۔ فن اقناع (افہام وتفہیم۔ PERSUATION) خطابت، اصول الجدل (استدلال)

۸۔ فن کلام اور استدلال فی العقائد۔ اور مذاہب کے اختلافات۔

اس کے علاوہ دوسرے ضروری علوم بھی مختلف مدارس کی روایات اور ضروریات کے مطابق پڑھائے جائیں۔

یہ مدارس شیخ الاسلام کی براہ راست نگرانی میں ہونے چاہئیں۔ اور ان کے لئے اساتذہ کا بندوبست قابل ترین تعلیم یافتہ لوگوں میں سے ہونا چاہیئے۔

محمد عبدہٗ کے مجوزہ تعلیمی اصلاحی پروگرام کو ترکی کے شیخ الاسلام اور ان کی حکومت نے قابل توجہ نہ سمجھا اور یہ شائد سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھا، لیکن عبدہٗ نے نجی طور پر اور پھر مصر میں سرکاری طور پر اس کے نفاذ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے بہت کچھ کیا۔

۱۸۸۸ء میں محمد عبدہٗ کو مصر واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ ان کی اپنی خواہش تو یہ تھی کہ وہ ازہر میں پڑھائیں لیکن اس کے برخلاف ان کو شرعی عدالت کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ازہر کی اصلاح سے بے پروا نہیں تھے۔ ان کا یہ خیال اور بھی پختہ ہوگیا تھا کہ " ازہر کی اصلاح عین اسلام کی خدمت ہے۔ اس کی اصلاح مسلمین کی اصلاح اور اس کا فساد مسلمانوں کی تباہی ہے۔ ان کی جلاوطنی سے واپسی، حکومت کے ساتھ تعاون اور سرکاری نوکری قبول کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ ازہر کی اصلاح کے بارے میں سرکار کا اعتماد حاصل کرسکیں[16] استاذ الامام ازہر میں جو اصلاح چاہتے تھے وہ دو قسم کی تھی۔ ایک صوری اور دوسری معنوی۔ اوّل الذکر میں عربی زبان کی ترقی اور علوم و معارف کی توسیع شامل تھی جب کہ موخر الذکر میں علم و فہم میں عقل کی بالادستی، دین و دنیا کی ترقی، اخلاق حسنہ اور عزت نفس کی تربیت شامل تھی[17] جلاوطنی سے واپس آنے کے بعد محمد عبدہٗ نے اس دَور کے شیخ الازہر شیخ محمد الانبابی سے ملاقات کر کے بعض علوم کو نصاب میں شامل کرنے پر زور دیا لیکن اس میں ان کو اس قدر شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کہ مجبوراً انھوں نے خدیو توفیق کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش شروع کی۔ خدیو توفیق سے تو کچھ نہ بن پڑا البتہ توفیق کے بعد عباس حلمی جب برسر اقتدار آئے تو انھوں نے محمد عبدہٗ کا ساتھ دیا جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

محمد عبدہٗ نے اپنے فرائض منصبی (قضاۃ) کے ساتھ ساتھ نجی طور پر تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ پبلک میں تقریریں کرنے کے علاوہ انھوں نے درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ وہ قرآن کی تفسیر روایتی انداز سے ہٹ کر جدید فکر اور مسائل کی روشنی میں کرتے تھے۔ یہ تفسیر آج ہمارے سامنے " تفسیر القرآن الحکیم لمحمد عبدہ " الموسوم بہ تفسیر المنار کی شکل میں موجود ہے۔[18] اس کے علاوہ محمد عبدہٗ کی کوششوں سے غریبوں اور بے کسوں کی مالی امداد اور ان کی پڑھائی اور انہیں مفت تعلیمی سہولتیں دینے کے لئے ۹۳-۱۸۹۲ء میں ایک انجمن بنائی گئی۔ اس جمعیۃ الخیریۃ الاسلامیۃ " کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ ایسے عالم پیدا کئے جائیں جو جدید فکر کی روشنی میں اسلام کو

---

[16] تاریخ۔ جزو اوّل۔ صد ۴۲۵ [17] ایضاً صد ۵۰۴

[18] محمد عبدہٗ جو درس دیا کرتے تھے ان کے شاگرد رشید رضا اس کے نوٹس لے کر اپنے رسالے " المنار " چھاپتے تھے۔ عبدہٗ کی وفات کے بعد رشید رضا نے اسی انداز سے بعد میں تفسیر کی مگر [illegible] لیکن پوری تفسیر مکمل نہ ہوسکی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملک کے کونے کونے میں پھیلائیں اور معاشرے کے اندر مختلف گروہوں میں اختلافات کی جو خلیج ہے اس کو پاٹا جائے ۱۹۰۰۔۱۹۰۱ء میں آپ اس سوسائٹی کے صدر چنے گئے۔ اس دوران آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جمعیۃ الخیر الاسلامیہ کے زیر نگرانی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی کا بھی اچھا خاصا انتظام تھا تاکہ اخروی نجات کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور از قسم تجارت، صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ میں بھی جدید تحقیق کی روشنی میں ملک کی خد کی جائے۔ خدیو توفیق کا ولی عہد شہزادہ عباس حلمی ایک آزاد خیال نوجوان تھا اور محمد عبدہٗ اور سید جمال الدین افغانی کی تعلیمات سے متاثر۔ ستمبر ۱۸۹۱ء میں خدیو توفیق کی وفات کے بعد جب وہ برسر اقتدار آیا اور اس نے ساتھ روشن خیال وزیر اعظم ریاض پاشا کو یورپ سے بلاکر وزارت سونپی تو محمد عبدہٗ کو اس نوجوان خدیو سے بڑی امید پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ وہ ان سے ملتے رہے اور ان کے سامنے تعلیمی اصلاحات کی تجاویز پیش کرتے رہے۔ آخر کار جنوری ۱۸۹۴ء میں ازہر کی اصلاح کے لئے ایک مجلس قائم کی گئی[19] اس کے پانچ ممبر تھے۔ دو سرکاری اور تین غیر سرکاری جو کہ ازہر سے متعلق تھے۔ سرکاری ممبروں میں محمد عبدہٗ اور شیخ عبدالکریم سلمان اور غیر سرکاری ممبروں میں یہ لوگ شامل تھے۔ شیخ حسن المرصفی (شافعی)، شیخ سلیم البشری (مالکی) اور شیخ یوسف النابلسی (حنبلی)۔ اس تعلیم مجلس نے بڑے زور وشور سے اپنا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے تو عبدہٗ کی کوششوں سے اساتذہ کی تنخواہیں بڑھا دی گئیں تاکہ مجوزہ اصلاحات کے لئے ان کو اعتماد میں لیا جا سکے۔ ازہر کے لئے حکومت نے سالانہ گرانٹ میں اضافہ کر دیا۔ طلباء کی طبی سہولتوں کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا۔ مزید برآں اس کمیٹی کی سفارش پر ۹۸-۱۸۹۷ء میں جدید علوم ازہر کے نصاب میں شامل کئے گئے اور ان مضامین کے پڑھانے کے لئے "مدارس امیریہ" (سرکاری) کے اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں[20] طلباء کی رہائش کا جو اس سے پہلے ناگفتہ بہ تھی، مناسب انتظام کیا گیا۔ کتب خانہ کے انتظامات درست کئے گئے۔ اساتذہ کے حقوق وفرائض متعین کئے گئے۔ نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے دوسرے مدارس کے علاوہ طنطا اور اسکندریہ کے مدارس کا ازہر کے ساتھ الحاق کر دیا گیا۔ ان ابتدائی کامیابیوں کے بعد شیخ محمد عبدہٗ کے حوصلے بلند ہوگئے۔ ان کو اپنی منزل قریب نظر آنے لگی۔ چنانچہ انھوں نے اپنی سرگرمیاں اور بھی تیز کر دیں۔

جون/جولائی ۱۹۰۱ء میں محمد عبدہٗ استنبول تشریف لے گئے۔ وہاں دولتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام

---

[19] تاریخ I صہ ۴۳۰-۴۳۱ [20] ایضاً صہ ۴۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمال الدین آفندی سے گفتگو کے دوران "علمائے دین اور عہد حاضر کے تقاضے" کے موضوع پر بھی بحث ہوئی۔ ہم ذیل میں اس بات چیت سے چند اقتباسات نقل کر رہے ہیں[۱۲] تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ علماء کے بارے میں ان کا کیا خیال تھا اور وہ خود اپنی اصلاحی کوششوں کے نتیجے میں کس قسم کے علماء پیدا کرنا چاہتے تھے۔

شیخ الاسلام: بلاشبہ ہر قوم کی زندگی کا فیصلہ اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنے زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کہاں تک صلاحیت رکھتی ہے۔ جو قوم زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتی، زمانہ خود اس پر غالب آجاتا ہے لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ . . . .

شیخ محمد عبدہٗ:- درست . . . . لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے علماء نے عوام کے حالات جاننے سے مکمل اجتناب برتا ہے۔ موجودہ زمانے کی اہم باتیں انھوں نے (علماء) یا تو حکام پر چھوڑ دی ہیں یا انہیں خود عوام کے حوالے کر دیا ہے۔ عوام و خواص کو وعظ و نصیحت کرنا اور عملی طور پر ایسے امور میں مشغول ہونا جو قوم کو ترقی کے لئے تیار کر سکیں ان کے نزدیک ایک بے کار سا کام ہے۔ چنانچہ چند قصہ گو واعظوں یا مساجد کے اماموں اور مدرسوں کے اساتذہ کے علاوہ جنہیں دین کی خبر ہے نہ عوام کے حقیقی حالات کی واقفیت، اور جو اصلاح کی بجائے فساد ڈالنے کا کام زیادہ انجام دیتے ہیں، حقیقی علماء کا عوام کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں۔

"عالم کی یہ تعریف کہ وہ اپنی حالت کا ہمیشہ نگران اور اپنے عہد کے حالات سے باخبر ہوتا ہے، علم کی غرض و غایت کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ اپنی حالت کا ہمیشہ نگران رہنے سے یہ مراد ہے کہ عالم کبھی اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ ایسے کاموں میں مشغول رہتا ہے جو خود اس کے لئے اور عوام کے لئے نفع بخش ہوں . . . . . عالم کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اسے اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات کا علم و بصیرت ہو۔ کیونکہ اہل زمانہ کے حالات کی بصیرت خود علم کی غایت میں داخل ہے۔ اس لئے کہ یہی وسیلہ ہے جس کے ذریعہ ہر زمانہ کے لوگوں میں قوت عمل پیدا کی جا سکتی ہے . . . . جو شخص اپنے عہد کی تعبیر میں کوتاہی کرتا ہے۔ یعنی اپنے علم کو اس موقع پر استعمال نہیں کرتا جہاں اسے استعمال کرنا چاہیئے، یا اپنے عہد کے حالات سے ناواقفیت کی بنا پر اسے غلط استعمال کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو اندھا دھند منہ میں جو آئے بولتا رہے اور اس بات کی قطعاً پروا نہ کرے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ ایسا شخص بالکل نہیں سمجھتا کہ اس کی یہ باتیں خود اس کے منہ کے لئے ایک طمانچہ بن جائیں گی اور اس

[۱۲] تفصیلات کے لئے دیکھیئے سید محمد رشید رضا کی کتب "تاریخ استاذ الامام محمد عبدہٗ" جلد اول صہ ۸۵۱ - ۵۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیئے باعث ندامت ہوجائیں گی۔"

" ہمارے علماء آج ذلت اور کس مپرسی میں مبتلا ہیں۔ ان سے کم تر درجہ کے لوگوں کو جو حقوق حاصل ہیں، وہ ان سے بھی محروم ہیں۔ دنیا ان کی صورتوں سے بھاگتی ہے حالانکہ وہ دنیا کی طلب میں سب سے زیادہ مشقتیں برداشت کرتے ہیں، دنیا ان سے بغض و عناد رکھتی ہے حالانکہ دنیا کی محبت میں وہ سب سے زیادہ حریص ہیں ۔ ۔ ۔ ہمارے اسلاف نے علماء کی جو تعریف کی تھی، اس کے معیار پر اگر یہ لوگ (علماء) پورے اترتے تو آج ان کا مقام بہت بلند ہوتا۔"

شیخ الاسلام:۔ "آپ نے سچ فرمایا۔ جو شخص خود اپنی خدمت کرنا چاہتا ہو، اس پر بھی واجب ہے کہ وہ عوام کی خدمت کرے۔ خصوصی مصلحتیں ہمیشہ عمومی مصلحتوں کے تحت ہوتی ہیں۔ جب عمومی مصلحت ضائع ہوجائے تو خصوصی مصلحت خود بخود ضائع ہوجاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

محمد عبدہٗ :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہی حقیقی اصول ہے لیکن کتب فقہ کے مدرسین اپنے طالب علموں کے ذہن میں یہ اصول جمانے کی قطعاً فکر نہیں کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس اصول کو انھوں نے اپنے اسباق میں کبھی پڑھا ہی نہیں۔ شاید موجودہ بھول چوک میں ان کا عذر بھی یہی ہو کہ انھوں نے یہ اصول کبھی سنا ہی نہیں۔"

مفتی محمد عبدہٗ اپنی ان اصلاحی کوششوں میں دن رات لگے رہتے تھے۔ لیکن رجعت پسند قوتیں ان کی اصلاحی کوششوں کو ناکام بنانے پر تلی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ازہر میں ان کی مخالفت بڑھتی چلی گئی۔ شیخ حسونہ النواوی نے شروع میں شیخ محمد عبدہٗ کی مجوزہ اصلاحات کی مخالفت کی نہ موافقت۔ البتہ اس کے رویہ سے پتہ چلتا تھا کہ اگر واقعی اصلاح کی کوئی گنجائش ہے تو ایسی اصلاح بتدریج ہونی چاہیئے، جبکہ شیخ محمد البحیری کو اصلاح کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہ آتی تھی بلکہ ایک دفعہ تو انھوں نے شیخ محمد عبدہٗ سے یہاں تک کہہ دیا۔ "کیا آپ ازہر کے فارغ التحصیل نہیں؟ اگر ہیں تو پھر ازہر میں اصلاح کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں آخر کمی کس بات کی ہے؟" [عبد]ہٗ کہنے لگے۔ "آپ نے جو کچھ ارشاد کیا ہے، بجا ہے۔ اور مجھے ازہر میں پڑھنے پر فخر ہے لیکن جو کچھ آپ مجھ [میں] دیکھ رہے ہیں وہ ان دس سالوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جن میں، میں نے اپنے دماغ کو ان اثرات سے [پاک] کرنے کی کوشش کی جو ازہر کے طریقۂ تعلیم نے میرے دماغ پر چھوڑے تھے لیکن اب بھی مجھے پوری کامیابی [حاص]ل نہیں ہوئی۔" ؁۲۲ مخالفین میں سب سے زیادہ جو پیش پیش تھے وہ عبدالرحمٰن الشربینی تھے۔ جن کو بعد

تاریخ I ص ۴۹۳-۴۹۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر شیخ الجامعہ مقرر کیا گیا۔ اس دوران میں خدیو کا رویّہ بھی بدل گیا اور وہ عبدہ کے خلاف ہو گئے۔ اور ان کی مجوزہ اصلاحات ناپسند کرنے لگے۔ رشید رضا کے قول کے مطابق شیخ شربینی خدیو کے اشاروں پر ناچنے لگے۔ اور اس طرح وہ سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کئے جانے لگے۔ جامع ازہر اب تک ایک آزاد ادارہ تھا لیکن شیخ شربینی کے تقرر کے بعد خدیو کی مداخلت بڑھ گئی۔ شیخ موصوف کے تقرر کے بعد خدیو کا جامعہ میں یہ تقریر کرنا کہ ازہر میں صرف مذہبی علوم کی تعلیم ہو اور وہ بھی حنفی فقہ کے مطابق، اس بات کا ثبوت تھا کہ اب رجعت پسندوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔[٢٣] اس کے بعد تو حالات محمد عبدہٗ کے حق میں اس قدر بگڑ گئے کہ ان کی معزولی کے لئے درپردہ کوششیں ہونے لگیں۔ اخبارات میں انگریز لڑکیوں کے ساتھ ان کے جعلی فوٹو چھاپے گئے۔ ان پر بدعت کے الزامات لگائے گئے لیکن دشمنوں کی ایک بھی نہ چل سکی۔[٢٤] آخر کار ان سیاسی ریشہ دوانیوں سے مجبور ہو کر محمد عبدہٗ نے ازہر کی ادارت سے استعفیٰ دے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ شیخ عبدالکریم سلمان بھی مستعفی ہو گئے۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی محمد عبدہٗ اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

شیخ محمد عبدہٗ کی ان سرگرمیوں سے بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تعلیمی اصلاح کے میدان میں سوائے چند مادی اصلاحات کے اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی لیکن یہ فرض کرنا زیادتی ہوگی کیونکہ اصلاح کی جس روح کو وہ مصر خصوصاً ازہر میں پھونکنا چاہتے تھے، وہ پھونک چکے تھے۔ اصلاح ہمیشہ وقت چاہتی ہے اور اس میں دیر لگتی ہے۔ قدیم دستور مشکل سے ختم ہوتے ہیں۔ ان کے ذمے جتنا کام تھا وہ کر چکے تھے۔ آج جو ستّر سال بعد ازہر کی جو حالت ہے وہ محمد عبدہٗ کی خوابوں کا نتیجہ ہی تو ہے۔

آج اگر مسلم دنیا کی سب سے بڑی مملکت پاکستان میں اس قسم کی اصلاحات نافذ کی جائیں تو اگرچہ ہم اس کا ثمر فی الفور کم حاصل کریں گے لیکن ہماری آنے والی نسلوں پر یہ ایک بہت بڑا احسان ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے مذہبی ادارے چلانے والے اپنے اداروں میں جدید علوم کو عام کریں اور سرکاری اور نجی اداروں میں دینی تعلیم کا دائرہ اور بھی پھیلایا جائے۔

---

[٢٣] تاریخ ج : ص ٥١٢ [٢٤] ایضاً ص ٥٥٨

© rasailojaraid.com